تفسیر نور العرفان (قسط⑤)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

① مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب (۱۹۷۱ء) لکھتے ہیں:

''اس سے معلوم ہوا کہ کفار بھی حضور کو اعلانیہ طور اپنے جیسا بشر کہتے ہوئے گھبراتے اور شرماتے تھے، کیونکہ ہزار ہا فرق وہ آنکھوں سے دیکھتے تھے۔ اس لیے خفیہ طور پر کہتے تھے۔ آج جو اعلانیہ طور پر حضور کو اپنے جیسا بشر کہے، وہ ان کفار سے بدتر ہے، نیز نبی کو اپنے جیسا بشر کہنا تمام کفریات کی جڑ ہے۔ تمام کفر اس کی شاخیں ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص513)

مسئلہ بشریت الجھانے کی کوشش کی گئی۔ مشرکین نبی کریم ﷺ کو بشر مانتے تھے، وہ کہتے تھے کہ بشر کو نبوت کیسے مل سکتی ہے؟ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ جنس بشریت سے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نبوت کا لازوال اعزاز بخشا ہے۔ آپ کی بشریت کا انکار کفر ہے۔ ہم مفتی صاحب کی زبان میں کہیں گے کہ ''نبی ہمیشہ انسان اور مرد ہی ہوئے، کوئی عورت یا جن یا فرشتہ وغیرہ نبی نہیں۔'' (تفسیر نور العرفان، ص۵۱۴)

② مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''آدم علیہ السلام نے حضور ﷺ کے وسیلہ سے توبہ کی، جو قبول ہوئی۔''

(تفسیر نور العرفان، ص510)

یہ نظریہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔اس حوالے سے مروی روایات ضعیف وغیر معتبر ہیں۔اسلاف امت میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔

③ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے لیے وجہ اور ید کے معنی یہ ہاتھ، پاؤں نہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص510)

یہاں یہ اور وہ کی بات نہیں۔اہل سنت والجماعت اللہ تعالیٰ کے لیے وجہ اور ید ثابت کرتے ہیں، جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے۔قرآن وحدیث میں اس پر بے شمار دلائل ہیں۔ ہمارے ہاتھ پاؤں اعضاء وجوارح ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ کے لیے چہرہ اور ہاتھ صفات ہیں۔

④ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''آدم علیہ السلام نے عمداً گندم نہ کھائی۔''

(تفسیر نور العرفان، ص510)

قرآن کریم نے تو درخت کا ذکر کیا۔گندم کس چیز کا معنی ہے؟

⑤ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''یہ کہنا شرک نہیں کہ فلاں کے حکم سے یہ کام ہوتا ہے، دیکھو رب نے فرمایا کہ حضرت سلیمان کے حکم سے ہوا چلتی تھی، لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضور کے حکم سے چاند پھٹا، سورج واپس آیا، حضور کے حکم سے بارشیں ہوئیں وغیرہ۔ یہ حکم عطاء خداوندی سے ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص524)

یہ انبیائے کرام علیہم السلام کے معجزات ہیں۔ان کو دلیل بنا پر عام قانون نہیں بنایا جا سکتا۔ رہا سورج کا لوٹنا، تو یہ ثابت نہیں۔معجزات کو بھی حقیقی طور پر انبیا کی طرف نہیں لوٹایا جا سکتا،

کیونکہ ان کا صدور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے، انبیائے کرام سبب بنتے ہیں۔ سلیمان علیہ السلام ہواؤں کو حکم دیتے تھے، تو ان ہواؤں کو سلیمان علیہ السلام کے کنٹرول میں اللہ تعالیٰ نے ہی کیا تھا، جیسا کہ آیت کے شروع میں ذکر ہے۔

۶ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''اس مچھلی کا پیٹ عرش اعظم سے افضل ہے، کیونکہ پیغمبر (یونس علیہ السلام) کا مسکن رہا۔''

(تفسیر نور العرفان، ص525)

غلو ہے۔

۷ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''قیامت سے چالیس سال پہلے ولادت بند ہو چکی ہوگی۔''

(تفسیر نور العرفان، ص529)

بے دلیل بات ہے۔

۸ مفتی صاحب سورت انبیاء (۱۰۷) کے تحت لکھتے ہیں:

''حضور کی رحمت عامہ رزق وغیرہ ہر کافر و مؤمن کو پہنچتی ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص528)

یہ آیت کی معنوی تحریف اور من چاہی تفسیر ہے۔ رزق کا اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، وہی ہر مؤمن اور کافر کو پہنچاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رزق کی نسبت کرنا عقیدہ توحید کے منافی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمۃ للعالمین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے، وہ اس طرح کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا، وہ اس رحمت کا مستحق ٹھہرے گا اور جنت حاصل کر لے گا اور جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے انکار کر دے، وہ اس رحمت سے محروم رہے گا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

⑨ مفتی صاحب سورت حج (۲۷) کے تحت لکھتے ہیں:

''اس سے معلوم ہوا کہ دور سے غائبانہ ندا جائز ہے، لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں: یا رسول اللہ!''

(تفسیر نور العرفان، ص534)

یہ غلو پر مبنی بدعی نظریہ ہے۔ اسلاف امت اس سے ناواقف تھے۔ یاد رہے کہ فریاد رسی کے لیے غیر اللہ کی پکار شرک ہے۔

⑩ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ جس جانور یا پتھر کو عظمت والے سے نسبت ہو جائے، وہ شعائر اللہ بن جاتا ہے...... بزرگوں کی قبریں بھی شعائر اللہ ہیں اور جن لوگوں کو اللہ کے پیاروں سے نسبت ہو جائے، وہ سب شعائر اللہ ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص535)

شعائر اللہ سے مراد اللہ کے دین کی واضح نشانیاں ہیں۔ ہر چیز کو شعائر اللہ قرار دے کر اس کی حد درجہ تعظیم بجالانا دین سازی ہے۔ بزرگوں کی قبروں کو شعائر اللہ کہنا غلو ہے۔ نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کے علاوہ کسی نبی کی قبر کا علم نہیں دیا گیا، اس سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ قبور انبیا شعائر اللہ نہیں، ورنہ ہمیں ان کے بارے میں پتا دیا جاتا اور انہیں باقی رکھا جاتا۔

⑪ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''اسلام سے پہلے بھی دوسری اُمتوں میں قربانیاں تھیں۔ یہ بڑی پرانی عبادت ہے۔ ہابیل اور قابیل نے بھی قربانی پیش کی تھی، رب فرماتا ہے: ﴿إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا﴾''

(تفسیر نور العرفان، ص535)

قرآن نے آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا ذکر کیا ہے۔ البتہ جو ہابیل اور قابیل نام ذکر کیے جاتے ہیں، اس پر کوئی دلیل نہیں۔ نیز یہاں قربان سے مراد اللہ کے قرب کے لیے کوئی چیز ہے، نہ کہ ہمارے ہاں جو اصطلاحی قربانی کی جاتی ہے، وہ مراد ہے۔

⑫ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''گیارہویں شریف وغیرہ کی منت، منت شرعی نہیں، بلکہ منت لغوی ہے، یعنی نذرانہ۔ اس کو پورا کرنا بہت اچھا ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص534)

لغوی اور شرعی کی یہ تقسیم محض شکم پروری کے لیے ہے۔

جناب غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

''بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی حاجت کے وقت اولیاء اللہ کی نذر اس طرح مانے: ''اے داتا! اگر تو نے میری یہ حاجت پوری کر دی تو میں تیرے لیے ایک بکرا پیش کروں گا۔'' تو یہ نذر جائز ہے، کیونکہ یہ نذرِ لغوی ہے۔ اور جو نذرِ غیر اللہ کی حرام ہے، وہ نذرِ فقہی یا نذرِ شرعی ہے۔ اور نذرِ لغوی اور نذرِ شرعی میں ان لوگوں کے نزدیک صرف یہ فرق ہے کہ نذرِ شرعی میں اللہ کی نذر مانی جاتی ہے اور نذرِ لغوی میں اولیاء اللہ کی نذر مانی جاتی ہے۔ لیکن یہ کہنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس طرح غیر اللہ کے لیے سجدہ، طواف، روزہ اور دیگر عبادات بھی جائز ہو جائیں گی، مثلاً کوئی شخص کسی ولی کو سجدہ کرے گا اور کہے گا کہ یہ لغوی سجدہ ہے، کوئی شخص کسی ولی کی قبر کا طواف کرے گا اور کہے گا کہ یہ لغوی طواف ہے اور کوئی شخص کسی ولی کے لیے روزے رکھے گا اور کہے گا کہ یہ

لغوی روزہ ہے اور اسی طرح لغت کے سہارے غیر اللہ کے لیے تمام عبادات کا دروازہ کھل جائے گا، کیونکہ جس طرح نذر بالاتفاق عبادت ہے، لیکن لغوی نذر غیر اللہ کے لیے شرعاً مانی جاسکتی ہے، تو اسی طرح غیر اللہ کے لیے لغوی نماز پڑھی جاسکتی ہے، غیر اللہ کے لیے لغوی روزے رکھے جاسکتے ہیں اور لغوی حج کیے جاسکتے ہیں۔ علی ہذا القیاس!''

(شرح صحیح مسلم : 4/541-542)

⑬ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''صوفیا کرام فرماتے ہیں کہ تمام انبیا مخلوق کو رب کی صفات کی طرف بلاتے ہیں، حضور رب کی ذات کی طرف بلاتے ہیں، اس لیے رب نے آپ کو داعیا الی اللہ......۔''

(تفسیر نور العرفان، ص542)

باطنی صوفیا کی اختراع ہے۔ شریعت نے اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کی۔ نبی کریم ﷺ سمیت تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنی اپنی امت کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات دونوں شامل ہیں۔

⑭ مفتی صاحب سورت حج (۷۳) کے تحت لکھتے ہیں:

''یہ آیت مشرکین کے متعلق نازل ہوئی اور یہاں دعا سے مراد پوجنا ہے، نہ کہ پکارنا، کیونکہ اللہ کے ماسوا کو پکارنا درست ہے۔ رب نے پہاڑوں، زمین کو پکارا ہے، ہم کو حکم دیا: ﴿اُدْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ﴾ لہٰذا اس آیت کریمہ کو اولیا یا انبیائے کرام پر چسپاں کرنا بے دینی ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص543)

یہ آیت ان لوگوں کے متعلق ہے، جو مخلوق خدا کو حاجت روائی، مشکل کشائی، دستگیری اور فریادرسی کے لیے پکارتے ہیں، جیسا کہ یارسول اللہ مدد! اغثنی یارسول اللہ!، یاعلی مدد!، یا بہاء الدین حق، میرا بیڑا دھک! یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئا للہ!، وغیرہ کی پکار کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق کو پکارنا عبادت کے معنی میں نہیں، العیاذ باللہ! ہمیں جو حکم دیا گیا: ﴿اُدْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ﴾ کہ ہم انہیں ان کے باپوں کے ناموں سے پکاریں۔ اس پکار سے مراد عبادت نہیں۔ لہٰذا مفتی صاحب کا مقدمہ کمزور ہے۔ یہ آیت کی من چاہی تفسیر ہے۔

فریادرسی کے لیے پکارنا عبادت ہے۔ آج بھی مشرکین اپنے بابوں کی پکار کرتے ہیں، مطلب انہیں مدد کے لیے پکارتے ہیں، اے فلاں، میری مدد کو آ! اے فلاں، مجھے شفا دے! اے فلاں میں مصیبت میں ہوں، میری دستگیری فرما! وغیرہ۔ یہ غیر اللہ کی عبادت ہے۔ معلوم ہوا کہ پوجنا اور پکارنا عبادت ہے، لہٰذا غیر اللہ کو پوجنا یا پکارنا شرک ہے۔ مشرکین مکہ کا یہی شرک تھا کہ وہ مشکل میں اپنے بزرگوں کی دھائی دیتے تھے، دور اور نزدیک سے ان کی پکار کرتے تھے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَ كُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ﴾

(فاطر : 14)

''اگر تم ان کو پکارو، تو وہ تمہاری پکار تک نہیں سن سکتے اور اگر سن بھی لیں، تو اس کا جواب نہیں دے سکتے اور قیامت کے دن تمہارے شرک سے انکار کردیں گے

اور آپ کو (اللہ) خبیر کی طرح کوئی خبر نہیں دے گا۔''

❀ علامۃ الہند، شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ (۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّهُمْ يَسْتَعِينُونَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فِي حَوَائِجِهِمْ مِنْ شِفَاءِ الْمَرِيضِ وَغِنَاءِ الْفَقِيرِ، وَيَنْذُرُونَ لَهُمْ، يَتَوَقَّعُونَ إِنْجَاحَ مَقَاصِدِهِمْ بِتِلْكَ النُّذُورِ، وَيَتْلُونَ أَسْمَائَهُمْ رَجَاءَ بَرَكَتِهَا، فَأَوْجَبَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِم أَنْ يَّقُولُوا فِي صَلَاتِهِمْ ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾(الفاتحة : ٥)، وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾(الجنّ : ١٨)، وَلَيْسَ الْمُرَادُ مِنَ الدُّعَاءِ الْعِبَادَةُ، كَمَا قَالَهُ الْمُفَسِّرُونَ، بَلْ هُوَ الِاسْتِعَانَةُ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ﴾(الأنعام : ٤١) .

''مشرکین اپنی حاجات، مثلاً مرض میں شفا اور فقیری میں خوشحالی کے لیے غیر اللہ سے مدد مانگتے ہیں اور ان کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہیں۔ ان کو یہ امید ہوتی ہے کہ اس نذر و نیاز کی وجہ سے وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں گے۔ وہ برکت کی امید پر غیر اللہ کے ناموں کا ورد بھی کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ہر نماز میں یہ کہنا فرض کیا ہے: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں)۔ نیز فرمایا: ﴿فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ (الجن: ۱۸) (تم اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو)۔ اس آیتِ کریمہ میں دعا سے مراد عبادت نہیں، جیسا کہ (عام)

مفسرین نے کہا ہے، بلکہ یہاں استعانت مراد ہے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ﴾ (الانعام: ۴۱) (بلکہ تم [سخت مصیبت کے وقت] اسی [اللہ] کو پکارتے ہو، چنانچہ وہ تمہاری مصیبتوں کو دُور فرماتا ہے)۔''

(حجّة اللّٰه البالغة: 185/1)

❁ علامہ محمود بن عبداللہ، آلوسی، حنفی (۱۲۷۰ھ) فرماتے ہیں:

فِي قَوْلِهٖ تَعَالٰی: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا﴾(الحجّ: ٧٣)إلخ إِشَارَةٌ إِلٰی ذَمِّ الْغَالِينَ فِي أَوْلِيَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰی، حَيْثُ يَسْتَغِيثُونَ بِهِمْ فِي الشِّدَّةِ غَافِلِينَ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰی، وَيَنْذُرُونَ لَهُمُ النُّذُورَ، وَالْعُقَلَاءُ مِنْهُمْ يَقُولُونَ: إِنَّهُمْ وَسَائِلُنَا إِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی، وَإِنَّمَا نَنْذُرُ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَنَجْعَلُ ثَوَابَهٗ لِلْوَلِيِّ، وَلَا يَخْفٰی أَنَّهُمْ فِي دَعْوَاهُمُ الْأُولٰی أَشْبَهُ النَّاسِ بِعَبَدَةِ الْأَصْنَامِ، الْقَائِلِينَ: إِنَّمَا نَعْبُدُهُمْ لِيُقَرِّبُونَا إِلَی اللّٰهِ زُلْفٰی، وَدَعْوَاهُمُ الثَّانِيَةُ لَا بَأْسَ بِهَا لَوْ لَمْ يَطْلُبُوا مِنْهُمْ بِذٰلِكَ شِفَاءَ مَرِيضِهِمْ أَوْ رَدَّ غَائِبِهِمْ أَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ، وَالظَّاهِرُ مِنْ حَالِهِمُ الطَّلَبُ، وَيُرْشِدُ إِلٰی ذٰلِكَ أَنَّهٗ لَوْ قِيلَ: انْذُرُوا لِلّٰهِ تَعَالٰی وَاجْعَلُوا ثَوَابَهٗ لِوَالِدَيْكُمْ، فَإِنَّهُمْ أَحْوَجُ مِنْ أُولٰئِكَ الْأَوْلِيَاءِ لَمْ يَفْعَلُوا، وَرَأَيْتُ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يَسْجُدُ عَلٰی أَعْتَابِ

حَجَرِ قُبُورِ الْأَوْلِيَاءِ، وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّثْبُتُ التَّصَرُّفَ لَهُمْ جَمِيعًا فِي قُبُورِهِمْ، لٰكِنَّهُمْ مُّتَفَاوِتُونَ فِيهِ حَسَبَ تَفَاوُتِ مَرَاتِبِهِمْ، وَالْعُلَمَاءُ مِنْهُمْ يَحْصُرُونَ التَّصَرُّفَ فِي الْقُبُورِ فِي أَرْبَعَةٍ أَوْ خَمْسَةٍ، وَإِذَا طُولِبُوا بِالدَّلِيلِ قَالُوا : ثَبَتَ ذٰلِكَ بِالْكَشْفِ، قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى، مَا أَجْهَلَهُمْ وَأَكْثَرَ افْتَرَائَهُمْ، وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّزْعَمُ أَنَّهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْقُبُورِ وَيَتَشَكَّلُونَ بِأَشْكَالَ مُخْتَلِفَةٍ، وَعُلَمَاؤُهُمْ يَقُولُونَ : إِنَّمَا تَظْهَرُ أَرْوَاحُهُمْ مُّتَشَكَّلَةً وَّتَطُوفُ حَيْثُ شَاءَ تْ، وَرُبَّمَا تَشَكَّلَتْ بِصُورَةِ أَسَدٍ أَوْ غَزَالٍ أَوْ نَحْوَهٗ، وَكُلُّ ذٰلِكَ بَاطِلٌ لَّا أَصْلَ لَهٗ فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَكَلَامِ سَلَفِ الْأُمَّةِ، وَقَدْ أَفْسَدَ هٰؤُلَاءِ عَلَى النَّاسِ دِينَهُمْ، وَصَارُوا ضِحْكَةً لِّأَهْلِ الْأَدْيَانِ الْمَنْسُوخَةِ فِي الْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى، وَكَذَا لِأَهْلِ النِّحَلِ وَالدَّهْرِيَّةِ، نَسْأَلُ اللّٰهُ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ .

”فرمانِ الٰہی ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا﴾(الحجّ : ٧٣)(جن کو[اے مشرکو] تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے)۔اس آیتِ کریمہ میں ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے، جو اولیاء اللہ کے بارے میں غلوّ کا شکار ہو گئے ہیں۔وہ اللہ تعالیٰ سے غافل ہو کر مصیبت میں ان اولیاء سے مدد طلب کرتے ہیں اور ان کے نام پر

نذر ونیاز دیتے ہیں۔ان میں سے 'دانشور' لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ اولیاء تو ہمارے لیے اللہ کی طرف وسیلہ ہیں اور یہ نذر و نیاز تو ہم اللہ کے لیے دیتے ہیں، البتہ اس کا ثواب اس ولی کو پہنچاتے ہیں۔اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ اپنے پہلے دعوے میں بالکل ان بت پرستوں جیسے ہیں جو کہتے تھے کہ ہم ان بتوں کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔ رہا دوسرا دعویٰ تو اس میں کوئی حرج نہ ہوتا اگر وہ بزرگوں سے اپنے مریضوں کے لیے شفاء اور غائب ہونے والوں کی واپسی وغیرہ کا مطالبہ نہ کرتے [حالانکہ شرعاً یہ بھی ناجائز ہے۔ناقل]۔ان کی حالت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بزرگوں سے مانگنے کے لیے ان کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہیں۔اگر ان سے کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی نذر و نیاز دو اور اس کا ثواب (اولیاء) کی بجائے اپنے والدین کو پہنچاؤ، کیونکہ تمہارے والدین ان اولیاء سے بڑھ کر ثواب کے محتاج ہیں، تو یہ مشرکین ایسا کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے، [اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کا مقصد بزرگوں سے مانگنا ہی ہوتا ہے]۔میں نے بہت سے مشرکین کو دیکھا ہے کہ اولیاء کی قبروں کے پتھروں پر سجدہ کر رہے ہوتے ہیں۔بعض مشرکین تو سب اولیاء کے لیے ان کی قبروں میں تصرف (قدرت) بھی ثابت کرتے ہیں، البتہ مراتب کے اعتبار سے یہ تصرف مختلف قسم کا ہوتا ہے۔ان مشرکین کے 'اہل علم' قبروں میں اولیاء کے لیے چار یا پانچ قسم کا تصرف ثابت کرتے ہیں، لیکن جب ان سے دلیل کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ چیز کشف سے ثابت ہے۔اللہ تعالیٰ ان کو تباہ و برباد کرے، یہ

کتنے جاہل اور جھوٹے لوگ ہیں! ان میں سے بعض یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اولیاء اپنی قبروں سے نکلتے ہیں اور مختلف شکلیں اختیار کر لیتے ہیں، جبکہ ان کے 'اہل علم' کا کہنا ہے کہ اولیاء کی صرف روحیں مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتی ہیں اور جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں۔ ان کے بقول بسا اوقات اولیاء کی روحیں شیر، ہرن وغیرہ کی شکل بھی اختیار کر لیتی ہیں۔ یہ ساری باتیں جھوٹی ہیں، کتاب و سنت اور اسلافِ امت کے کلام میں ان کا کوئی ثبوت نہیں۔ ان مشرکین نے (سادہ لوح) لوگوں کا دین بھی برباد کر دیا ہے۔ ایسے لوگ یہود و نصاریٰ، دیگر ادیانِ باطلہ کے پیروکاروں اور بے دین لوگوں کے سامنے مذاق بن گئے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے (دین و دنیا کی) عافیت اور سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔''

(روح المَعاني : 2/212-213)

⑮ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''خیال رہے کہ قرآن کریم، خانہ کعبہ، سنگ اسود، بزرگوں کے مزارات کی کوئی پوجا نہیں کرتا، تعظیم کرتے ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص543)

بزرگوں کے مزارات بنانا کافر قوموں کا شعار ہے۔ لہٰذا ان کی تعظیم بجالانا شرعاً ناجائز وحرام ہے۔

⑯ مفتی صاحب سورت بقرہ (۲۵۹) کے تحت لکھتے ہیں:

''یہ واقعہ عزیر علیہ السلام کا ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص67)

✿ نیز لکھتے ہیں:

''حضرت عزیر علیہ السلام کا وفات کے بعد زندہ ہونا......۔''

(تفسیر نور العرفان، ص556)

ایسی کوئی صحیح دلیل نہیں کہ اس سے مراد سیدنا عزیر علیہ السلام ہیں۔ اس بارے میں مروی روایات غیر ثابت ہیں۔

⑰ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''انبیائے کرام اور صالحین بعد وفات دنیا سے خبردار رہتے ہیں اور تصرف کرتے ہیں۔ اس لیے موسیٰ علیہ السلام حضور کے حجۃ الوداع میں شریک ہوئے اور سارے نبی معراج کی رات حضور کے مقتدی بنے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص67)

اہل سنت والجماعت یہ عقیدہ نہیں رکھتے۔ یہ روافض کے ذریعہ مسلمانوں میں داخل ہوا۔ روافض اپنے ائمہ معصومین کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کا حجۃ الوداع میں شرکت کرنا ثابت نہیں۔ رہا معراج کی رات نبیوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز ادا کرنا، تو یہ معجزہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیا کو بیت المقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں جمع کر دیا۔ معجزات کو عمومی دلیل بنانا جائز نہیں۔

⑱ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ ہر ادنیٰ اعلیٰ چیز لوح محفوظ میں لکھی ہے اور یہ لکھنا اس لیے نہیں کہ رب تعالیٰ کو اپنے بھول جانے کا اندیشہ تھا، بلکہ اپنے خاص مقرب بندوں کو بتانے کے لیے ہے، جن کی نظر لوح محفوظ پر ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص214)

یہ کہنا کہ خاص مقرر بندوں کی نظر لوح محفوظ پر ہے، اسلامی عقیدہ نہیں۔ محض غلو اور

بے بنیاد بات ہے۔

⑲ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''ملک الموت اوران کے خدام فرشتے ساری دنیا کی روح قبض کرتے ہیں، معلوم ہوا کہ وہ ہر جگہ حاضر ہیں اور ہر جگہ ناظر، کہ اس کے بغیر یہ کام سرانجام نہیں پا سکتا، ساری دنیا ان کے سامنے ایسی ہے، جیسے ہمارے سامنے ہتھیلی۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص214)

فرشتوں کے بارے میں یہ عقیدہ بے دلیل ہے۔ ائمہ اہل سنت میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔ ملک الموت اللہ کے حکم سے روح قبض کرتے ہیں۔ کس کی روح، کب اور کہاں قبض کرنی ہے؟ اس کا علم انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا جاتا ہے۔ اس بارے میں بغیر علم کے بات کرنا گمراہی ہے۔

⑳ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حضور ساری مخلوق کے نبی ہے اور قرآن ساری خلقت کے لیے ہدایت ہے، خواہ فرشتے ہوں یا جنات۔ انسان، جانور، درخت، پتھر، غرضیکہ جس کا رب اللہ ہے، حضور اس کے نبی ہیں۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص220)

یہ غلو پر مبنی نامعقول بات ہے۔ جانور، درخت اور پتھر وغیرہ مکلّف ہی نہیں، تو ان کے نبی کیسے؟

㉑ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''ولایت، قطبیت، غوثیت، علم، عمل وحکمت سب اس بارش نبوت سے پیدا ہوئے۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص222)

قطبیت اور غوثیت گمراہ صوفیا کی اصطلاحات ہیں۔ ائمہ اسلام ان اصطلاحات سے ناواقف تھے، کیونکہ وہ قرآن وحدیث سے واقف تھے۔

۲۲ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''دنیا میں آنکھوں سے رب کو کوئی نہیں دیکھ سکتا، خواب میں دیکھ سکتے ہیں، کیونکہ وہ دیکھنا ان آنکھوں سے نہیں، حضور نے معراج میں انہیں آنکھوں سے رب کو دیکھا۔''

(تفسیر نور العرفان، ص223)

دنیا میں رب کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ خواب میں دیکھنے پر کوئی صحیح دلیل نہیں۔ نیز نبی کریم ﷺ کا معراج میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ثابت نہیں۔

۲۳ مفتی صاحب سورت انعام (۱۱۹) کے تحت لکھتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ بحیرہ اور سائبہ اگر خدا کے نام پر ذبح ہو جاویں، تو حلال ہے، ایسے ہی ہندؤں کے بچھڑے، جو بتوں کے نام پر چھوڑے ہوتے ہیں۔ لہٰذا گیارہویں شریف کی گائے بھی حلال اور متبرک ہے، کیونکہ وہ اللہ کے نام پر ذبح ہوتی ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص226)

❁ نیز لکھتے ہیں:

''یہ بھی خیال رہے کہ گندم وغیرہ، جو بتوں کے نام پر نامزد کر دی جائے، وہ حرام نہ ہو جاوے گی، حرام تو صرف وہ جانور ہے، جو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا جاوے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص230)

جو بھی چیز غیر اللہ کی طرف منسوب ہو جائے، وہ حرام ہے۔ گیارہویں بدعت ہے۔

کسی چیز کو اولیاء اللہ کی طرف منسوب کیا جائے، تو یہ نسبت نذر و نیاز کی ہوگی، جو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے کرنا شرک، حرام اور ناجائز ہے۔ اس کے برعکس کوئی جانور اپنے مالک کی طرف منسوب ہو تو یہ نسبت نذر و نیاز کی نہیں بلکہ ملکیتی ہے، اسی طرح اگر اسے کسی موقع کے ساتھ منسوب کر دیا جائے، مثلاً عید کا بکرا، تو یہ نسبت اللہ تعالیٰ کے لیے نذر و نیاز کی ہے، جو کہ عین عبادت ہے اور ولیمے کی گائے، وغیرہ، یہ نسبت غیر اللہ کے لیے نذر و نیاز کی نہیں۔

(۴۴) مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''قرآن کریم یا حضور ﷺ کی تعلیم وہ راستہ ہے، جو بلا تکلف رب تک پہنچا دیتا ہے، جیسے سیدھا راستہ منزل مقصود تک پہنچاتا ہے، اس لیے اسے شریعت کہتے ہیں، یعنی وسیع اور سیدھا راستہ، جس پر ہر شخص آسانی سے چل سکے۔ طریقت بھی رب کا راستہ ہے، مگر وہ ایسا تنگ اور پیچ دار ہے، جس پر صرف واقف آدمی ہی چل سکتا ہے۔ شریعت جرنیلی سڑک ہے، طریقت گلی کوچے، کہ شریعت دیر سے اور طریقت جلد مقصود پر پہنچاتی ہے، مگر شریعت عام لوگوں کو، طریقت خاص کو۔''

(تفسیر نور العرفان، ص228)

طریقت باطنی صوفیوں کی اصطلاح ہے، جو خود کو شریعت سے بے نیاز سمجھتے ہیں، نفس کے پجاری ہیں، مسلک محدثین کے مقابلہ میں انہوں نے اپنا دین وضع کر لیا ہے۔ ان گمراہ کن اصطلاحات سے ائمہ مسلمین ناواقف تھے۔ نبی کریم ﷺ پر شریعت نازل ہوئی، صحابہ کرام اور ائمہ عظام اسی شریعت کے پیروکار تھے۔ وہ طریقت سے ناآشنا تھے۔ لہٰذا طریقت کو رب کا راستہ قرار دینا ایجاد دین ہے۔